ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت

پروفیسر محمد اسلم
سابق صدر شعبۂ تاریخ
پنجاب یونیورسٹی
لاہور

اِدارۂ تحقیقاتِ پاکستان، دانشگاہِ پنجاب، لاہور

انتشارات ادارۂ تحقیقات پاکستان

شمارہ ۸۵

تشکر

ادارہ تحقیقات پاکستان متروکہ وقف املاک بورڈ حکومت پاکستان کی مالی امداد کا ممنون ہے جس کی وجہ سے ادارے کے لئے تصنیف و تالیف کا کام آسان ہو گیا ہے۔

ISBN : 969 - 425 - 084-6

طبع اول : مارچ ۱۹۹۵ء

قیمت : -/۲۴۰ روپے

طابع : ایس ۔ ایم ۔ اظہر رضوی

مطبع : اظہر سنز پرنٹرز، ۱۰۸ لٹن روڈ، لاہور

انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ سی کاوش کو بصدِ ادب
اپنے شیخِ طریقت
حضرت مولانا الشاہ ابرار الحق صاحب حقّی
کے نام معنون کرتا ہوں
جن سے میں نے اللہ کا نام سیکھا

بگیر این ہمہ سرمایۂ بہار از من
کہ گل بدستِ تو از شاخ تازہ تر ماند

فہرست

ملفوظاتِ شاہ رکن الدین شطاریؒ

خدا بخش اورینٹنل پبلک لائبریری بانکی پور (پٹنہ) میں "ملفوظ حضرت شیخ الاسلام و المسلمین حضرت عین الدین عبدالباری المشتہر بہ شاہ رکن الدین احمد شطاریؒ" کے عنوان سے ایک نادر مخطوطہ محفوظ ہے [1] جس میں صاحبِ ملفوظات کے سوانح حیات اور تعلیمات کے علاوہ عہدِ سلطنت اور مغلیہ دور کے بعض ایسے واقعات بھی آ گئے ہیں جو عام تاریخوں میں نہیں ملتے۔ اس لئے تاریخ دانوں کے نزدیک اس مخطوطے کی بڑی اہمیت ہے۔

صاحبِ ملفوظات حضرت عین الدین عبدالباری المعروف بہ شاہ رکن الدینؒ شاہ جہان اور اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں شطاری سلسلے کے ایک نامور شیخ گزرے ہیں۔ ان کے والدِ بزرگوار حضرت معین الدینؒ اور جدِ امجد حضرت قطب الدینؒ کا شمار بھی مغلیہ عہد کے نامور مشائخ میں ہوتا ہے۔ صاحبِ ملفوظات کے پردادا حضرت ابو الفتح شطاریؒ برِ عظیم پاک و ہند میں شطاری سلسلے کے اساطین میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت معین الدینؒ کے گیارہ بیٹے تھے اور شاہ رکن الدینؒ ان میں سب سے چھوٹے تھے۔[2] ان کی تعلیم و تربیت بہار کے مشہور شہر حاجی پور میں ہوئی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد انہوں نے اپنے چچا شاہ محی الدینؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کی نگرانی میں سلوک کی منازل طے کرنے لگے۔ ملفوظات کے ایک اندراج سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ انہوں نے تیس برس اپنے مرشد کی صحبت میں گزارے تھے۔

شاہ محی الدینؒ ۱۰۷۰ھ / ۱۶۶۰ء میں راہیٔ ملکِ بقا ہوئے۔ "جان پاکش داد در توحید تاب" سے ان کی تاریخِ وفات برآمد ہوتی ہے۔[3] ان کی وفات کے بعد شاہ رکن الدینؒ مسند نشین

---

۱ - فارسی تصوّف، مخطوطہ نمبر ۳۰۱۰۔ (مخطوطے پر ورقوں کے نمبر لگانے کی بجائے صفحوں کے نمبر لگائے گئے ہیں۔)

۲ - ایضاً" ص ۸۱ ۔ از ہمہ کہتر فقیر است۔

۳ - فارسی تصوّف، مخطوطہ نمبر ۳۰۱۰، ص ۵۵۔

ہوئے۔

حاجی پور کا تعلیمی ماحول

جس زمانے میں شاہ رکن الدینؒ حاجی پور میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، ان دنوں وہاں ملّا شادابی اور ملّا آدابی نام کے دو بھائی رہتے تھے اور وہ دونوں شاعر تھے۔ ایک دن کسی مجلس میں شادابی نے پھولوں کا ایک گلدستہ دیکھ کر کہا:

ہمدرد ما کسی است کہ داغیست بر جگر

آدابی نے اس پر فوراً گرہ لگائی:

با ما دریں دیار ہمیں لالہ آشنا است[1]

شاہ کریم الدین بڑی خوبیوں کے مالک تھے اور وہ پٹنہ میں رہتے تھے۔ انہیں شاہ محی الدینؒ کے ساتھ بڑی عقیدت تھی۔ ان کی طبع موزوں تھی اور وہ کبھی کبھی شعر بھی کہہ لیتے تھے۔ شاہ کریم الدین، مرزا مراد قندھاری سے بڑی محبت کرتے تھے اور بلاتکلف مرزا کے ہاں آتے جاتے تھے۔ ایک دن جب شاہ کریم الدین اس کے ہاں گئے تو اس وقت مرزا اور اس کا بھائی نواب نوازش خاں انگور کی بیل کے نیچے غالیچہ بچھائے بیٹھے تھے۔ غالیچہ ذرا چھوٹا تھا۔ اس لئے انہوں نے شاہ کریم الدین سے کہا کہ جہاں جگہ ملے بیٹھ جایئے۔ موصوف گھاس پر بیٹھ گئے۔ نوازش نے انہیں مخاطب ہو کر کہا:

امروز زیر سایۂ انگور نشستیم

مرزا مراد نے اس پر یہ گرہ لگائی:

فارغ شدہ بہ گوشہ چو فغفور نشستیم

انہوں نے شاہ کریم الدین سے بھی کچھ کہنے کی فرمائش کی۔ اس پر انہوں نے یہ شعر پڑھا:

بودیم شہ فقیر در ایوانِ قناعت
بیروں شدہ از خانہ چو مزدور نشستیم

نوازش خاں کو یہ شعر پسند آیا اور اس نے شاہ صاحب پر بڑی مہربانی کی۔[2]

---

۱ - ایضاً" ص ۸۴۔

۲ - ایضاً" ص ۸۵ ' ۸۶۔

شاہ رکن الدینؒ کا علمی ذوق

ملفوظات کے مندرجات دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ رکن الدینؒ کافی پڑھے لکھے بزرگ تھے اور فتوح الغیب' مکاتیبِ قطب الدین شطاری' کنز' معدن الاسرار' سیّدالاستغفار' رسائلِ نقشبندیاں' شرح فتوح الغیب' جواہر الاسماء' شرح گلشنِ راز' سراج الہدایہ' [1] شرح وقایہ' تفسیرِ جلالین' شرح جامِ جہاں نما' ارشاد الطالبین' رسالۂ شطاریہ' مثنوی شاہ نعمت اللہ، بانت القدرت' مجموعۂ ادعیہ شاہ محی الدین' منطق الطیر' مکتوباتِ گیسو دراز' رسالہ در احوالِ ہمایوں' مکتوباتِ شاہ نور قطبِ عالم' اذکار میاں محمد رفیع ستار گانوی' شرح جواہرِ خمسہ' منہاج العابدین اور محمد حسین بن مخدوم احمد چرم پوش کی "ایک تصنیف" جیسی بلندپایہ کتابیں ان کے مطالعہ میں رہتی تھیں۔ جامع ملفوظات لکھتے ہیں کہ آخری عمر میں شاہ رکن الدینؒ کا اکثر وقت تصحیح کتب میں گزرتا تھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنے مرشد کی زندگی میں تیس برس تک عیدین کا خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔[2]

شاہ رکن الدینؒ کی وفات

شاہ صاحب نے جامع ملفوظات کی موجودگی میں بُدھ کے روز مورخہ ۱۸ جمادی الثانی ۱۱۱۷ھ / ۱۷۰۵ء کو وفات پائی۔ آخری وقت ان کی زبان پر اللہ اللہ کا وِرد جاری تھا۔ جامع ملفوظات نے ان کے غسل میں شرکت کی۔ شاہ صاحب کو اسی روز نمازِ مغرب کے بعد سپردِ خاک کیا گیا۔

جامع ملفوظات چہلم تک وہاں رُکا اور اپنی روانگی سے قبل اس نے مزار کے گرد چار دیواری تعمیر کروا دی۔

حضرت رکن الدینؒ کی وفات پر کسی شاعر نے ان کی تاریخِ وفات ایک رباعی میں کہی تھی:

پاس نفسی کہ واپسیں است
در حضرت شیخ رکن دین است
جان داد بذکر اللہ اللہ = ۱۱۱۷ھ
تاریخِ وفاتِ اُو ازیں است

۱۔ سراج الہدایہ قاضی سجّاد حسین صدر مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی نے مرتب کی ہے' انہوں نے یہ دلائل ثابت کیا ہے کہ مخدوم جہانیاںؒ کے ملفوظات کا یہ مجموعہ جعلی ہے۔

۲۔ ملفوظاتِ شاہ رکن الدین' ص ۸۰۔

ایک اور شاعر نے یہ تاریخ کہی تھی:

از سرائش آن شہ عالی صفات
شادمان جان داد اندر یاد ذات[1]

جامع ملفوظات

جامع ملفوظات نے ایک جگہ متن میں اپنا نام "فقیر بے تسکین امام الدین شطاری" لکھا ہے۔[2] وہ بہار کی تاریخی اور رُوحانی بستی راجگیر کا رہنے والا تھا اور اس نے تیرہ سال شاہ رکن الدینؒ کی صحبت میں گزارے تھے۔ ملفوظات کی ترتیب اور مندرجات دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ بڑا پڑھا لکھا شخص تھا۔ اس نے "مناہج الشطار" کے عنوان سے ایک تصنیف اپنی یادگار چھوڑی ہے۔

جامع ملفوظات نے حضرت مجددِ الف ثانیؒ کے پوتے حضرت سیف الدین سرہندیؒ سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ حضرت سیف الدینؒ التحیات میں رفعِ سبابہ کے سخت مخالف تھے اور اسی موضوع پر ان کی گفتگو ہوئی تھی۔[3] جامع ملفوظات حضرت عبدالرشید جون پوریؒ سے بھی ملا تھا اور ان سے بھی رفعِ سبابہ کے مسئلے پر بات چیت کی تھی۔ حضرت عبدالرشیدؒ نے اس سے کہا کہ بعض لوگ رفعِ سبابہ کو واجب، بعض سنّت، بعض مکروہ اور بعض حرام لکھتے ہیں، اس لئے انھوں نے اسے ترک کر دیا ہے۔[4]

ملفوظات کا آغاز یکم ربیع الاول ۱۱۰۴ھ سے ہوتا ہے۔ آخری ملفوظ ۱۸ ماہِ جمادی الثانی ۱۱۱۷ھ کو شاہ رکن الدینؒ کی وفات کے دن قلم بند ہوا۔ اس مجموعے میں شاہ رکن الدینؒ کی زندگی کے آخری تیرہ سالوں کے ملفوظات ہیں۔ ان ملفوظات سے اس دَور میں بہار کے خانقہی نظام اور اس خطّے کی سماجی اور معاشرتی زندگی پر بڑی اچھی روشنی پڑتی ہے۔ اس لئے تاریخ کے طلباء کو ان کا بالاستیعاب مطالعہ کرنا چاہئے۔

شاہ ابوالفتح شطاریؒ

شاہ رکن الدینؒ کے پردادا شاہ ابُو الفتح شطاریؒ کا شمار برِّعظیم پاک و ہند میں شطاری سلسلے کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ ان کا اصل نام ہدایت اللہ تھا، لیکن وہ اپنی کنیت ابُو الفتح اور لقب سرمَست کی وجہ سے جانے پہچانے جاتے تھے۔ اس کا سنِ ولادت "ہادی سرمست محمدی" (۸۸۲ھ) سے برآمد ہوتا ہے۔[5]

---

۱ ۔ ملفوظاتِ شاہ رکن الدین، ص ۱۷۲۔
۲ ۔ ایضاً، ص ۱۱۱۔
۳ ۔ ملفوظاتِ شاہ رکن الدین، ص ۷۳۔
۴ ۔ ایضاً، ص ۷۴۔
۵ ۔ ایضاً، ص ۷۵۔

شاہ رکن الدین فرماتے ہیں کہ موصوف بارہ سال کی عمر میں جملہ علومِ عقلی و نقلی سے فارغ ہو گئے تھے۔ انہیں اپنے والدِ بزرگوار محمد معروف المشتہر بہ قاضی علاء شطاری سے تلمذ تھا۔ حصولِ علم کے بعد انہوں نے دو سال تک طلباء کو درس دیا۔[1]

اسی دوران ان پر جذب غالب آنے لگا۔ ایک روز انہوں نے اپنی تمام کتابیں علماء و طلباء میں تقسیم کر دیں اور اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہو کر التماس کی کہ ان پر جذبۂ شوقِ الٰہی غالب آ رہا ہے۔ والدِ بزرگوار نے فرمایا کہ طے کے روزے رکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ کتنے دن کا طے ہو گا؟ والدِ بزرگوار نے پوچھا کہ عمر کتنی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ وہ چودہ سال کے ہو گئے ہیں۔ والد صاحب نے فرمایا کہ وہ چودہ دن کا طے کا روزہ رکھیں۔[2]

جب انہیں گیارہ دن گزر گئے تو اتفاق سے سلطان حسین شرقی' قاضی علاء شطاری سے ملنے آیا۔ اس وقت اَبُو الفتح ایک ستون کے سہارے کھڑے تھے اور ان کی نگاہیں اپنے مرشد کی طرف لگی ہوئی تھیں اور قلب بھی ان کی طرف متوجہ تھا۔ سلطان نے دیکھا کہ ایک نوعمر بچہ بڑا کمزور ہو رہا ہے اور وہ ایک ستون کے سہارے بمشکل کھڑا ہے۔ سلطان کے استفسار پر خادموں نے بتایا کہ وہ شاہ صاحب کے فرزند ہیں اور انہیں چودہ دن طے کا روزہ رکھنے کا حکم ہوا ہے اور ابھی تین دن باقی ہیں۔

سلطان نے شاہ صاحب سے کہا کہ ان سے اتنی چھوٹی عمر میں اتنی سخت ریاضت کیوں کروا رہے ہیں۔ یہ ان کے لئے باعث ضرر بن سکتی ہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ ایسی ریاضت باعثِ ضرر نہیں بلکہ باعثِ قوتِ باطن ہوا کرتی ہے۔ یہ جواب سن کر سلطان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ حاضرین کو مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "سبحان اللہ! خلقتِ ایں مردم از عالمِ بیرون است۔"[3]

چودھویں دن شاہ صاحب نے اَبُو الفتح کو تلقین فرمائی اور حجرے میں بٹھا دیا۔ تین دن بعد انہیں بلا کر کہا کہ ان کا کام پورا ہو چکا ہے۔ اسی وقت انہیں اَبُو الفتح کا لقب دیا اور جب وہ اٹھارہ سال کے ہو گئے تو انہیں خلافت سے سرفراز فرمایا۔

حضرت شاہ محی الدین کی خانقاہ میں اس پالکی کے تختے موجود تھے جس میں شاہ اَبُو الفتح سوار ہوا کرتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق ہمایوں نے اس پالکی کو اپنے کندھوں پر اٹھایا تھا۔[4]

---

۱ ۔ ملفوظاتِ شاہ رکن الدین' ص ۱۲۰۔

۲ ۔ ایضاً

۳ ۔ ایضاً" ص ۱۲۱۔

۴ ۔ ملفوظاتِ شاہ رکن الدین' ص ۱۸۔

وفات

شاہ اَبُو الفتح نے ۹۴۶ھ / ۱۵۳۹ء میں ۶۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔ "محوِ تجلیاتِ الٰہی" سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔[1]

مشربِ شطار

حضرت شاہ رکن الدینؒ فرمایا کرتے تھے کہ شطاری کسی خانوادے کا نام نہیں ہے بلکہ وہ تصوّف کے چودہ خانوادوں سے بہرہ یاب ہیں۔ اس لئے شطار مشرب کا نام ہے خانوادے کا نہیں۔[2] شرح گلشنِ راز سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ حضرت اَبُو سعید اَبُوالخیر بھی شطاری مشرب کے پیرو تھے۔

حضرت فرماتے ہیں کہ مشربِ شطار میں ذکرِ جہر بھی ہے اور ذکرِ خفی بھی۔ اسی طرح وہ ذکر اَخفیٰ بھی کرتے ہیں۔[3] شطاری اسمِ ذات کا ذکر بلند آواز سے کرتے ہیں۔ صوفیوں کے ہاں حدیث کی صحت کا کوئی خاص التزام نہیں کیا جاتا' وہ اپنی تائید میں ضعیف ترین احادیث بھی لے لیتے ہیں بلکہ بسا اوقات وضع بھی کر لیتے ہیں۔ حضرت رکن الدینؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایامِ حیات میں جبرئیلؑ مشربِ شطار لے کر نازل ہوئے اور انہوں نے حضورؐ کو اس کی تلقین کی۔[4] (انا للہ و انا الیہ راجعون)

شطاری بزرگوں کے ہاں نمازِ عشق مروّج تھی۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سُورت پڑھ کر حبسِ دَم کر کے اللہ اللہ کرتے ہیں۔ اسی طرح رکوع اور دوسرے ارکان میں بھی حبسِ دم کر کے اللہ اللہ کرتے ہیں۔[5]

نقشبندی مشرب

حضرت رکن الدینؒ فرماتے ہیں کہ نقشبندیوں کے ہاں تین چیزیں ہیں اور یہی ان کا سلوک اور رَوش ہے: (۱) تصوّرِ شیخ (۲) ذکر (۳) مراقبہ۔

حضرت رکن الدینؒ کی مجلس میں کبھی کبھی "رسائلِ نقشبندیاں" پڑھے جاتے تھے۔ جامع

۱ - ایضاً" ص ۵۵۔
۲ - ایضاً" ص ۴۷۔
۳ - ایضاً" ص ۵۰۔ در مشربِ شطار ذکر جہراست۔ ذکرِ خفی است' ذکر اخفیٰ است۔ شطاری سلسلے کے ذکر و اذکار اور تعلیمات کے لئے ملاحظہ ہو: راقم الحروف کی تصنیف: وجیہہ الدینؒ گجراتی" مطبوعہ ندوۃ المصنفین لاہور۔
۴ - ملفوظاتِ شاہ رکن الدین' ص ۴۔
۵ - ایضاً" ص ۱۲۔

ملفوظات نے شیخ سعید نام کے ایک نقشبندی بزرگ کا ذکر کیا ہے جو قلندروں جیسی وضع رکھتے تھے۔ ان کا قیام غازی الدین خان کے لشکر میں تھا اور ان کے مرید ذکرِ جہر کیا کرتے تھے۔

سلطان فیروز تغلق

سلطان فیروز تغلق مشائخِ بہار میں بڑا مقبول تھا۔ مخدوم شرف الدین یحییٰ منیریؒ کے ملفوظات میں بھی اس کا کئی بار ذکر آیا ہے۔ شاہ رکن الدینؒ فرماتے ہیں کہ جب سلطانِ مذکور بہار آیا تو مخدوم شاہ احمد چرم پوشؒ سے ملنے گیا۔ مخدوم صاحب نے اسے کوئی تعظیم نہ دی۔ جب وہ مخدوم شرف الدینؒ سے ملنے گیا تو انہوں نے اس کا استقبال کیا۔ سلطان نے شاہ صاحب کا ہاتھ پکڑ کر آگے چلنے کا اشارہ کیا لیکن حضرت از راہِ تواضع سلطان کے پیچھے ہو گئے۔ سلطان نے اس موقع پر یہ بیت پڑھی:

در پیش روم طریقِ حاجب
در پس بروم چنین است واجب

مخدوم صاحب نے فوراً کہا:

گر پیش روی چراغِ راہی
ور پس بروی جہاں پناہی[1]

حضرت رکن الدینؒ فرماتے ہیں کہ سلطان فیروز شاہ تغلق بڑا اچھا حکمران تھا۔ وہ اشراف کی بڑی عزت کیا کرتا تھا۔ اس نے اپنے ملازموں کو عراق و عرب بھیجا اور وہ حسب و نسب کی تحقیق کے بعد بارہ سیّدوں کو اس کے پاس لائے۔[2]

ہمایوں

ملفوظات میں ہمایوں کا ذکر کئی بار آیا ہے۔ وہ شیر شاہ کے ساتھ نزاع کے دوران بہار میں مقیم رہا تھا' اس لئے اس نے وہاں کے مشائخ کے ساتھ تعلقات قائم کر لئے تھے۔

شاہ ابو الفتح برِعظیم پاک و ہند میں شطاری سلسلے کے اساطین میں شمار ہوتے ہیں۔ بہار میں قیام کے دوران ایک بار ہمایوں ان سے ملنے گیا تو اس وقت شاہ صاحب پالکی میں سوار کہیں

---

۱ - ملفوظاتِ شاہ رکن الدین' ص ۳۷' ۳۸۔

۲ - ایضاً' ص ۳۷۔

تشریف لے جا رہے تھے۔ ہمایوں نے ازراہِ عقیدت ان کی پالکی کو کندھا دیا تھا۔[۱] اورنگ زیب کے عہد تک اس پالکی کے تختے شاہ رکن الدینؒ کی خانقاہ میں محفوظ تھے۔ شاہ رکن الدینؒ اپنی گفتگو میں ہمایوں کو۔۔ شاہِ ولایت دَست گاہ۔۔ کہہ کر یاد فرمایا کرتے تھے۔[۲]

ہمایوں کے بارے میں ملفوظات کے مطالعہ سے یہ اہم انکشاف ہوا ہے کہ اس نے کوئی وظیفہ پڑھنا شروع کیا تھا جو "خراب" ہو گیا۔ اس سے تفرقہ اور انتشار پیدا ہوا اور وہ بارہ سال کے لئے تخت وتاج سے محروم ہو گیا۔[۳]

ابتدائے حال میں ہمایوں نے ایک بار یہ بیت پڑھا:

ز غصہ غنچہ صفت تہ بہ تہ دلم خونست
کہ باوجودیکے نسبت دوئی چونست

اس پر کسی نے بادشاہ سے کہا کہ اس کے حال میں نسبت دوئی اصلح اور مناسب ہے اور وہ اس حال سے اسی وقت نکلے گا جب تمام مرادوں سے کنارہ کش ہو جائے گا۔ اس نے جواب دیا کہ وہ تمام مرادوں سے دست بردار ہوتا ہے تاکہ اسے یہ نسبت حاصل ہو جائے۔ شاہ رکن الدینؒ فرماتے ہیں کہ یہیں سے تفرقہ کا آغاز ہوا اور وہ بارہ سال تک مجبور رہا۔[۴]

شطاری سلسلے کے بزرگ تسخیر الاسماء (تنترازم) کا علم جانتے تھے اور حضرت محمد غوث گوالیریؒ اور ان کے برادرِ بزرگ شیخ پھولؒ نے اس فن میں بڑا نام پیدا کیا تھا۔ اسی وجہ سے ہمایوں کو ان کے ساتھ بڑی عقیدت پیدا ہو گئی تھی۔[۵] بنا بریں ہمایوں شطاری حلقوں میں بڑا مقبول تھا۔

شاہ رکن الدینؒ فرماتے ہیں کہ ہمایوں شیخ محمد غوثؒ کے بڑے بھائی شیخ پھولؒ کا مرید تھا۔ ایک بار ہمایوں کی عدم موجودگی میں مرزا ہندال نے انہیں دعوت کے بہانے محل میں بلا کر قتل کروا دیا۔[۶]

مرزا ہندال

مرزا ہندال کے بارے میں شاہ رکن الدینؒ نے یہ انکشاف کیا ہے کہ وہ "صاحب

---

۱ ۔ ایضاً" ص ۱۷۔
۲ ۔ ایضاً" ص ۱۲۴۔
۳ ۔ ایضاً" ص ۱۰۲۔
۴ ۔ ملفوظاتِ شاہ رکن الدین' ص ۱۰۲۔
۵ ۔ محمد اکرام' رودِ کوثر' مطبوعہ لاہور ۱۹۵۸ء' ص ۳۷۔
۶ ۔ ملفوظاتِ شاہ رکن الدین' ص ۱۱۴۔

تصرف" تھا۔ ایک بار شاہی فیل خانے کا ایک ہاتھی مست ہو گیا تو مرزا ہندال نے یہ حکم دیا کہ اسے آراستہ کر کے اس کے پاس لائیں۔ خدام نے عرض کیا کہ آدمی کی بُو سے ہاتھی کی مستی بڑھتی ہے اور وہ موجودہ حالت میں سواری کے لائق نہیں ہے۔ مرزا نے کہا جیسے بھی ہو اسے اس کے پاس لے آئیں۔ جب خدام اس ہاتھی کو مرزا کے پاس لائے تو اس نے اس کے دانت پکڑ کر اتنا زور لگایا کہ ہاتھی تلملا اٹھا اور اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔ مرزا اس کے دانتوں پر پیر رکھ کر اس پر سوار ہو گیا اور ہاتھی کی مستی جاتی رہی۔[1]

شاہ جہان

شاہ رکن الدینؒ فرماتے ہیں کہ شاہ جہاں نے اپنے والد کے خلاف بغاوت کر دی اور اپنے بھائی خسرو کو قتل کر کے پٹنہ آ پہنچا۔ پٹنہ کے قیام کے دوران وہ کئی درویشوں سے ملا اور ان سے دعا و فاتحہ کی التجا کی۔ شاہ جہان نے ان کی خدمت میں نذریں بھی گزاریں۔ میاں فیروز نامی ایک درویش نے اسے دہلی کی بادشاہت کی خوشخبری دی تو شاہ جہان نے اس کے لئے ایک مسجد بنوا دی۔[2]

جب شاہ جہان کو شکست ہوئی تو اس نے پٹنہ کے درویشوں سے اس رقم کا مطالبہ کیا جو انہوں نے اس سے بطورِ نذر لی تھی۔ شاہ بدیع الدینؒ وہ رقم خرچ کر چکے تھے۔ جب شاہ جہان کا اصرار اور تقاضا بڑھا تو انہوں نے اِدھر اُدھر سے رقم جمع کر کے مطالبہ پورا کر دیا۔ باقی درویشوں کے ساتھ بھی اس نے ایسا ہی معاملہ کیا۔ اس وقت میاں فیروز کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ کسی کا غلام ہے اور سوختنی لکڑی بیچ کر اپنی گزر بسر کرتا تھا۔ بعد ازاں اس نے سادہ لوح عوام کو لوٹنے کے لئے درویشی کا لبادہ اوڑھ لیا۔ شاہ جہان نے اسے تختۂ دار پر چڑھا دیا۔[3]

داراشکوہ

شاہ رکن الدینؒ کے ایک مرید شاہ غریب کا اصل نام رُوح اللہ تھا اور وہ قلیچ خاں کے نواسے تھے۔ درویشی اختیار کرنے سے پہلے موصوف داراشکوہ کے ملازم تھے۔ جب داراشکوہ کو

---

۱ - ملفوظاتِ شاہ رکن الدین، ص ۱۱۴۔
۲ - ایضاً" ص ۱۱۲۔
۳ - ایضاً" ص ۱۱۳۔

شکست ہوئی تو اس کے بہت سے ملازم اس کا ساتھ چھوڑ کر اورنگ زیب سے مل گئے۔ ان میں روح اللہ بھی شامل تھے۔ اورنگ زیب نے بہادر خاں کوکہ کی نگرانی میں کچھ فوج داراشکوہ کے تعاقب میں بھیجی۔ جب داراشکوہ پکڑا گیا تو بہادر خاں نے ایک جماعت اس کی نگرانی کے لئے مقرر کی۔ داراشکوہ کو کھانا کھلانا اور سوار کرانا رُوح اللہ کے ذمے تھا۔ موصوف اپنے ہاتھ سے کھچڑی پکاتے اور داراشکوہ کو کھلاتے۔[۱]

ایک روز بارش کی وجہ سے کھچڑی بر وقت تیار نہ ہو سکی اور شہزادے کی روانگی میں تاخیر ہو گئی۔ نگران جماعت کے سربراہ نے شہزادے کو بُرا بھلا کہا۔ اس پر شہزادے نے کہا کہ بادشاہوں کے ساتھ ایسی باتیں نہیں کرتے۔ اس روز شہزادہ بھوکا رہا۔ رُوح اللہ نے یہ تمام گفتگو سنی اور اپنے دل میں کہا کہ شہزادہ کتنے دبدبے کا مالک تھا اور اب چند ہی روز میں یہ حالت ہو گئی ہے کہ ایک عام آدمی اس کے سامنے گستاخی کرنے لگا ہے اور اب شہزادہ عاجز ترین شخص ہے۔ اس خیال کے دل میں جاگزین ہوتے ہی رُوح اللہ کا دل دنیا کی طرف سے سرد پڑ گیا۔

اس واقعہ کے چند روز بعد وہ گستاخ افسر اچانک فوت ہو گیا۔ رُوح اللہ نے یہ دیکھ کر فوج کی ملازمت ترک کر دی اور حضرت رکن الدینؒ کا مرید ہو گیا۔ رُوح اللہ کی زندگی کے آخری ایام چاٹگام میں گزرے اور وہیں دریائے پہنی کے کنارے ان کا مزار ہے۔[۲]

شہزادہ شجاع

شاہ رکن الدینؒ فرماتے ہیں کہ اورنگ زیب کی تخت نشینی کے وقت بنگال و بہار پر اس کے بڑے بھائی شہزادہ شجاع کا تسلّط تھا۔ اس کے جاسوس اس علاقے میں ہر اجنبی شخص پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص باہر سے اس علاقے میں کسی بزرگ کے مزار کی زیارت کے لئے آتا تو جاسوس اسے گھیر لیتے تھے۔ ایک بار رکن الدینؒ کے ایک واقف کار حاجی شہرت بہار شریف گئے تو شجاع کے جاسوسوں نے ان سے بازپُرس کی۔[۳]

---

۱ - ملفوظاتِ شاہ رکن الدین، ص ۷۸۔
۲ - ایضاً" ص ۷۷۔
۳ - ایضاً" ص ۱۴۸۔

اورنگ زیب

شاہ رکن الدینؒ کی محفل میں کسی شخص نے ذکر کیا کہ دکن میں قیام کے دوران اورنگ زیب، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس کروایا کرتا تھا اور کھانے کے وقت اہلِ مجلس کے ہاتھ خود دھلوایا کرتا تھا۔ ایک شخص نے ہاتھ دھوئے اور دو غرارے بھی کئے۔ بادشاہ نے یہ حرکت دیکھ کر اسے کہا: "اگر غسل کی حاجت ہو تو اس سے بھی فارغ ہو جاؤ۔" ملفوظات میں اورنگ زیب کے نام کے ساتھ — خلد اللہ ظلہ' علیٰ کافۃ المسلمین — جیسا دعائیہ جملہ لکھا ہوا ہے۔[1] جس سے ہم عصر مذہبی حلقوں میں اس کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

شہزادہ عظیم الشان

شہزادہ عظیم الشان بن شہزادہ معظم بن عالم گیر اورنگ زیب بنگال کا صوبے دار تھا۔ وہاں سے تبدیل ہو کر پٹنہ آیا اور بہار کا گورنر مقرر ہوا۔ اس کے تقرر کا ذکر ملفوظات میں ملتا ہے۔[2]

شہزادہ محمد سلطان

شہزادہ محمد سلطان، حضرت رکن الدینؒ سے عقیدت رکھتا تھا۔ ان کے چہلم کے موقع پر اس نے ان کے مزار پر نصب کرنے کے لئے ایک مخملی شامیانہ بھیجا اور اس کے ساتھ ہی ان کے جانشین محمد شفیع کے لئے دو صد روپے' ایک شال اور خلعت بھیجے۔ شہزادے نے ایک دوشالہ ملّا نعمت اللہ کے لئے بھی بھیجا۔ شہزادے کی طرف سے ایک اَحدی مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے بھی آیا۔[3]

اورنگ زیب کا بیٹا شہزادہ محمد سلطان ۱۰۸۸ھ / ۱۶۷۸ء میں فوت ہو گیا تھا۔ اس لئے شہزادۂ مذکور کے بارے میں پتا نہیں چل سکا کہ وہ کس کا فرزند تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ شہزادہ محمد سلطان مرحوم کا فرزند ہو اور سہوِ کتابت سے اس کا نام احاطۂ تحریر میں آنے سے رہ گیا اور اس کے والد کا نام قلمبند ہو گیا۔ دراصل یہ عبارت یوں ہونی چاہئے تھی کہ شہزادہ محمد سلطان کے فرزند نے ایک مخملی شامیانہ اور..... بھیجے۔

---

۱ - ملفوظاتِ شاہ رکن الدین' ص ۳۹۔

۲ - ایضاً" ص ۱۱۳۔

۳ - ایضاً" ص ۱۷۴' ۱۷۵۔

نواب سیف خان

ملفوظات میں نواب سیف خان کا ذکر آیا ہے۔ شاہ رکن الدینؒ اس سے ملے تھے۔ اس ملاقات کے بعد نواب موصوف نے ملّا عبداللطیف کے ہاتھ انہیں ایک دوشالہ بھیجا تھا۔[1]

سیف خان کا اصل نام فقیر اللہ تھا اور یہ وہی شخص ہے جس نے "راگ درپن" کے نام سے فارسی میں علم موسیقی پر ایک بلند پایہ کتاب لکھی ہے۔ یہ کتاب حال ہی میں دہلی یونیورسٹی سے طبع ہو گئی ہے۔

بابا فرید الدین گنج شکرؒ

ایک دن جامع ملفوظات نے حضرت رکن الدینؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ بابا فرید الدین گنج شکرؒ ہندوی زبان میں ذکر کیا کرتے تھے۔ حضرت سے اجازت لے کر جامع ملفوظات نے وہ الفاظ لکھ کر حضرت کو دیئے اور ان سے فرمائش کی کہ وہ ان الفاظ کو اپنی زبان سے ادا کریں۔ حضرت نے فرمایا: اھون تون اھمیں تون۔[2]

جناب آصف خان نے۔۔ آکھیا بابا فریدؒ نے۔۔ میں اس ذکر کی اِملا کئی طریقوں سے کی ہے۔[3] شطاری سلسلے کے مشہور بزرگ حضرت محمد غوث گوالیریؒ نے بھی جواہرِ خمسہ میں بابا فریدؒ کا یہ ذکر نقل کیا ہے۔ شاید جامع ملفوظات نے یہ وہیں سے لیا ہو۔

اُردو الفاظ

ملفوظات میں ٹھڑی، چارپائی، کھچڑی، انبہ، کٹھل اور راوتی جیسے اُردو الفاظ ملتے ہیں، جس سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت رکن الدینؒ فارسی میں گفتگو کرتے ہوئے اُردو الفاظ بِلا تکلّف استعمال کرتے تھے۔

صنعتوں کے بارے میں اہم انکشافات

ملفوظات میں "گلیم سیاہ لاہوری" کا ذکر آیا ہے۔[4] اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لاہور یا

۱۔ ملفوظاتِ شاہ رکن الدین ص ۱۳۷۔

۲۔ ایضاً، ص ۱۵۱۔

۳۔ آصف خان، آکھیا بابا فریدؒ نے، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۷۲۔

۴۔ ملفوظاتِ شاہ رکن الدینؒ ص ۸۷۔

پنجاب کے کسی شہر میں کمبل تیار ہوتے تھے اور وہ بہار تک بھیجے جاتے۔ اسی طرح ایک کپڑے کا بھی ذکر آیا ہے جو "قائم خانی" کے نام سے مشہور تھا۔[۱]

اہم تاریخی انکشافات

ملفوظات کے مطالعہ سے دو اہم علمی انکشافات ہوئے۔ اولاً" یہ کہ شیخ پھولؒ کے فرزند مُلّا عبداللہ نے اپنے چچا اور مرشدِ ثانی شیخ محمد غوث گوالیریؒ کی مشہور تصنیف جواہرِ خمسہ کی شرح لکھی تھی۔[۲] ثانیاً" یہ کہ شاہ رکن الدینؒ کے زمانے میں ایک رسالہ علمی حلقوں میں متداول تھا جس میں ہمایوں سے حکومت چھننے اور شیر شاہ کو تخت و تاج ملنے کا ذکر تھا۔[۳] افسوس کہ آج یہ اہم تاریخی دستاویز کہیں موجود نہیں ہے۔

ہندو راجے کا انصاف

شاہ رکن الدینؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک سال راجہ ہیربھان کی ریاست میں گزارا تھا' وہ بڑا عادل اور اوصافِ حمیدہ کا مالک تھا۔ اتفاق سے ایک بار اس کی ریاست میں مسلمانوں کی زمین سے پانصد من سونا نکلا۔ راجہ کے اہلکاروں نے اسے اطلاع دی۔ اس نے کہا وہ تمام سونا مسلمانوں کو دے دیں۔ اس پر ان کا حق ہے۔ اہل کار ایسا کرنے سے پس و پیش کرنے لگے تو راجہ نے کہا کہ اگر انہوں نے سونا مسلمانوں کو نہ دیا تو وہ زہر کھا لے گا۔ مجبوراً" اہلکاروں نے حکم کی تعمیل کی۔[۴]

کتاب کی قدر

عبدالرحیم نور کے پاس "معدن الاسرار" کا ایک صحیح نسخہ تھا۔ جب راجہ مان سنگھ نے اس کا گھر لوٹا تو سامان کے ساتھ کتابیں بھی لے گیا۔ راجہ کو حضرت شاہ تاج شطاریؒ کے ایک مرید شیخ برمزید کے ساتھ بڑی عقیدت تھی۔ اس نے وہ کتابیں آپ کی خدمت میں پیش کیں۔ شیخ برمزید نے معدن الا سرار کے علاوہ باقی تمام کتابیں راجہ صاحب کو واپس کر دیں۔

---

۱ - ملفوظاتِ شاہ رکن الدین' ص ۸۶۔
۲ - ایضاً" ص ۱۱۹۔
۳ - ایضاً" ص ۱۳۳۔
۴ - ایضاً" ص ۱۲۴۔

جب عبدالرحیم کے قدم جمے تو اسے علم ہوا کہ معدن الاسرار شیخ برمزید کے پاس ہے۔ اس نے ان سے وہ نسخہ طلب کیا۔ شیخ مذکور نے جواب دیا کہ اس کتاب میں ان کے پیروں کے حالات ہیں لہٰذا وہ یہ کتاب اسے نہیں دیں گے۔ عبدالرحیم نے شاہ علاء الدین سے التماس کی تو انہوں نے معدن الاسرار کا اصل نسخہ عبدالرحیم کو بھجوا دیا اور اس کی نقل شیخ برمزید کو دے دی۔[۱]

علمِ کلام کا اہم مسئلہ

حضرت رکن الدینؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے طورِ سینا پر حضرت موسیٰؑ سے بے حرف و بے صوت کلام کیا تھا اور حضرت موسیٰؑ نے باحرف و باصوت سنا تھا لیکن شبِ معراج میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ سے بے حرف و بے صوت کلام فرمایا اور آپؐ نے بھی بے حرف و بے صوت سنا تھا۔[۲]

سخاوت کی حد

حضرت رکن الدینؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر دنیا و عقبیٰ کی تمام نعمتوں کا ایک لقمہ بنا کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کسی کے منہ میں دے دیں تو یہ اسراف نہ ہو گا۔[۳]

بنگال کے بارے میں تأثر

ایک دن جامع ملفوظات کی موجودگی میں شاہ رکن الدینؒ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ دستر خوان پر دوسرے لوازمات کے علاوہ گھی بھی موجود تھا۔ حضرت نے گھی کی تعریف کی۔ جامع ملفوظات نے کہا کہ اس نے سنار گاؤں میں شیخ محمد افضل کے دستر خوان پر جیسا گھی دیکھا تھا ویسا پھر کبھی نہیں دیکھا۔ سنا ہے کہ درکن شاہ پور میں ایسا ہی عمدہ گھی ہوتا ہے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا:

در بنگالہ ہیچ چیز را لذّت نے شود مگر خوبی روغن امروز از شما شنیدہ شدہ۔[۴]	بنگال میں کسی چیز میں لذّت نہیں ہوتی مگر گھی کی خوبی آج ہی تم سے سنی ہے۔

۱۔ ملفوظاتِ شاہ رکن الدین، ص ۶۲، ۶۳۔

۲۔ ایضاً، ص ۴۷۔ اللہ تعالیٰ باحضرت موسیٰ برکوہِ طُور کلام بے حرف و بے صوت گفت، امّا حضرت موسیٰ باحرف و باصوت شنیدند۔ درشبِ معراج با پیغمبر کلام بے حرف و صوت بود و شنیدن پیغمبر ہم بے حرف و صوت۔

۳۔ ایضاً، ص ۲۸۔

۴۔ ملفوظاتِ شاہ رکن الدین، ص ۲۳۔

وجوبِ جمعہ کے بارے میں فقہی مسئلہ

حضرت رکن الدینؒ فرماتے ہیں کہ دیہاتوں میں نمازِ جمعہ بغیر سلطان کے نائب کی اجازت کے جائز نہیں ہے۔ البتہ نائب سلطان کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ کون ہے؟ قاضی خود کو نائبِ سلطان سمجھتا ہے اور صدر بھی نائب ہونے کا دعوے دار ہے۔ اسی طرح صوبے دار بھی سلطان کا نائب ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ان کے نزدیک صوبے دار ہی نائبِ سلطان ہے۔[1]

ایک عارفانہ بات

حضرت رکن الدینؒ فرماتے ہیں کہ ایک دیوانہ دیوار کے سائے میں بیٹھا کرتا تھا اور کبھی کبھی اس پر چڑھ کر بھی بیٹھ جاتا تھا۔ ایک دن وہ دیوار گر گئی تو دیوانہ خوشی کے مارے رقص کرنے لگا۔ لوگوں نے اس سے کہا: "ارے پاگل! تیرا تو نقصان ہو گیا ہے۔ تجھے اس دیوار سے فائدہ پہنچا کرتا تھا' تو خوش ہو رہا ہے۔ اس میں خوشی کی بھلا کون سی بات ہے؟ دیوانے نے کہا: "خوشی اس بات کی ہے کہ وہ اس طرف کو گری ہے جس طرف وہ مائل تھی اور میں جس طرف مائل ہوں میں بھی اسی طرف گروں گا۔"[2]

ایک انوکھی منطق

حضرت رکن الدینؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نماز ادا کر رہے تھے۔ حضرت علیؓ نے آپؐ سے پوچھا کہ آپؐ کیا کر رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا "نماز ادا کر رہے ہیں۔ تم بھی آ جاؤ۔" حضرت علیؓ کہنے لگے کہ وہ اپنے باپ سے اجازت لے کر نماز میں شریک ہوں گے۔ چنانچہ حضرت علیؓ گھر جانے کے لئے ابھی چار قدم ہی چلے تھے کہ انہیں یاد آ گیا کہ ان کے والد نے ان سے یہ کہا تھا کہ حضورؐ انہیں جس بات کا حکم دیں' وہ اس کی تعمیل کریں۔ حضرت علیؓ فوراً" پلٹے اور نماز میں شریک ہو گئے۔ شاہ رکن الدینؒ فرماتے ہیں کہ یہ چار قدم پیچھے ہٹنے سے ہی خلافت میں ان کا چوتھا نمبر ہو گیا۔[3]

---

۱ - ایضاً" ص ۵۷۔
۲ - ایضاً" ص ۵۴۔
۳ - ایضاً" ص ۴۴۔

کیمیا گری

قرونِ وُسطیٰ میں مرتب ہونے والے ملفوظات میں کیمیا گری کا بڑا ذکر آیا ہے۔ حضرت رکن الدینؒ کے ملفوظات میں بھی سید مبارک کیمیا گر کا ذکر آیا ہے جو برگِ تنبول کو ورقِ طلا بنا دیتا تھا۔[۱]

سنار گاؤں کا ایک کتاب خانہ

ایک دن حضرت رکن الدینؒ اپنے متوسلین کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ اتفاق سے جامع ملفوظات بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے سنار گاؤں کے ایک بزرگ شیخ محمد افضل کا ذکر کیا اور ان کے کتاب خانے کی بڑی تعریف کی۔[۲] سنار گاؤں مدتوں تک اہلِ علم و فضل کا مرکز رہا ہے، اس لئے وہاں ایک بڑے کتاب خانے کی موجودگی چنداں باعث حیرت نہیں۔

بہلولی کا چلن

سلطان بہلول لودھی (۱۴۵۱ء - ۱۴۸۹ء) نے تانبے کے سکّے رائج کئے تھے جو اس کے نام کی مناسبت سے بہلولی کہلاتے تھے۔ دو صدیاں گزر جانے کے بعد ہنوز اورنگ زیب کے عہد میں یہ سکّے بہار میں مروّج تھے۔[۳]

چند تاریخی اغلاط

جامع ملفوظات نے شاہ جہان کی بغاوت کے ضمن میں یہ لکھا ہے کہ اس نے شہزادہ پرویز کو مروا ڈالا تھا۔[۴] یہاں اس سے سہو ہوا ہے۔ پرویز کی بجائے خسرو ہونا چاہئے تھا۔ اسی طرح اس نے شہزادہ عظیم الشان کا نام شہزادہ محمد عظیم الدین لکھا ہے[۵] جو صحیح نہیں ہے۔ حضرت رکن الدینؒ کی وفات (۱۷۰۵ء) کے ضمن میں شہزادہ محمد سلطان کا ذکر آیا ہے، حالانکہ وہ ۱۶۷۸ء میں فوت ہو چکا تھا۔ یہاں اس کے کسی فرزند کا نام ہونا چاہئے۔ ۱۷۰۵ء میں اورنگ زیب کے پوتوں میں بہرحال محمد سلطان نام کا کوئی شہزادہ بقیدِ حیات نہیں تھا، اس لئے جامع ملفوظات کو اشتباہ ہوا ہے۔

✪✪✪

---

۱ - ملفوظاتِ شاہ رکن الدین، ص ۳۰۔
۲ - ایضاً، ص ۱۹۔
۳ - ایضاً، ص ۷۹۔
۴ - ایضاً، ص ۱۱۲۔
۵ - ایضاً۔